***Prof. Dr. Imtiaz Hussain Baloch***
Head of Department,
Institute of Southern Punjab, Multan

پروفیسر ڈاکٹر امتیاز حسین
صدر شعبہ اردو، انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب، ملتان

***Dr. Asif Jahangir***
Assistant Professor,
Institute of Southern Punjab, Multan

ڈاکٹر آصف جہانگیر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب، ملتان

***Nazia Ansari***
Lecturer,
Institute of Southern Punjab, Multan

نازیہ انصاری
لیکچرار، شعبہ اردو، انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب، ملتان

***Samina Kausar***
Lecturer,
Institute of Southern Punjab, Multan

ثمینہ کوثر
لیکچرار، شعبہ اردو، انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب، ملتان

# ابراہیم جلیس کی افسانہ نگاری کا موضوعاتی، اسلوبیاتی جائزہ

## (دور اول ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۸ء)

# A thematic and stylistic analysis of Ibrahim Jalees's fiction

## (First period 1938 to 1948)

**Abstract**: The legendary assets of Ibrahim Jalees can be divided chronologically into two periods. The first phase is from 1938 to 1948. Period II includes stories written form 1947 to 1977. "Zarad Chehray" was published in 1945 in the first collection. This is the first fiction collection of Ibrahim Jalis published by Urdu Mahal Hyderabad. Progressive tendencies are clearly represented in Ibrahim Jalees' first period of fiction collections from 1938 to 1947. All the stories of Jalees are related to the everyday life of the people of India. These stories are true scenes of Indian life in terms of their themes. In which the imprints of politics, society, culture and civilization of this period are clearly visible. The main subject of Jalees's stories is the people. There is a lot of poverty, ignorance and diseases among the people of India. Even the basic amenities of life for the people are nominal.

**Key Words**: Zarad Chehray, ignorance, Progressive tendencies, diseases, imprints.

ابراہیم جلیس نے گلبرگہ انٹر کالج حیدرآباد میں ۱۹۳۸ء میں داخلہ لے لیا اور اسی سال ان کا افسانہ "ماں" شائع ہوا لہذا مذکورہ تمام شواہد اس امر کی تقویت کا باعث ہیں کہ "ماں" ہی ابراہیم جلیس کا پہلا افسانہ ہے۔ ابراہیم کی کئی ادبی حیثیتیں اور جہتیں ہیں۔ تاہم ابراہیم جلیس کی افسانہ نگاری میں فنی پختگی کا عنصر نمایاں ہے۔ ابراہیم جلیس کو غم روزگار نے کالم نگاری کی طرف دھکیل دیا۔ ان کی کہانیاں اگرچہ مقدار کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہیں تاہم ان کہانیوں کو فراموش کرنا دشوار ہے۔ ان کی افسانوی تحریریں اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں میں نمایاں تھیں۔ ان کی کے افسانوی اثاثے کو زمانی اعتبار سے دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دوار اول ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ہے۔ دور دوئم میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۷ء تک لکھی گئی کہانیاں شامل ہیں۔

دور اول میں شامل مجموعوں میں "زرد چہرے" ۱۹۴۵ء کو شائع ہوا۔ یہ ابراہیم جلیس کا اولین افسانوی مجموعہ ہے جسے اردو محل حیدرآباد نے شائع کیا۔ اس مجموعے میں شامل کہانیوں میں "زرد چہرے" کے علاوہ "بلیک آؤٹ"، "سگ لیلیٰ"، "رشتہ"، "تنخواہ کا دن"، "آنسو جو بہہ نہ سکے"، "رزاق اور عبدالرزاق"، "صراط مستقیم"، اشرف المخلوقات"، "ریلیف فنڈ"، "دلدر"، "تونڈ"، "سرخ پھریرا"، "درانتی اور ہتھوڑا" شامل ہیں۔

"زرد چہرے" کی کہانیوں کے بارے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

> "زرد چہرے" مجموعہ ہے ابراہیم جلیس کے پندرہ افسانوں کا جنھیں ہم عصر افسانہ صرف اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ ان میں کچھ نہ کچھ افسانوی پلاٹ ملتا ہے ورنہ یہ درحقیقت انتقادی نقشے یا خاکے ہیں جن میں خاص طنزیہ انداز سے انھوں نے ہماری سوسائٹی کے اس تاریک پہلو کو پیش کیا ہے جس کی ذمہ داری کو ہماری سوسائٹی بہت کم محسوس کرتی ہے۔ اس وقت افلاس کی وجہ سے ملک کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت پر اکثر شعراء ادباء لکھ رہے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بعض کو اس میں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہیں میں ایک ابراہیم جلیس بھی ہیں۔ ان کی مزاحیہ تحریریں اور طنزیہ اشارے بہت لطیف ہیں۔"(۱)

"زرد چہرے" کا مقدمہ قاضی عبدالغفار نے لکھا۔ ان کہانیوں کا تعلق عام انسانی زندگی کے عامیانہ مسائل سے ہے۔ دور دوئم کے افسانوی مجموعوں میں "چالیس کروڑ بھکاری" بھی اہم ترین تصنیف ہے۔ "چالیس کروڑ بھکاری" پہلی بار ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ "چالیس کروڑ بھکاری" کے علاوہ دیگر کہانیوں کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

"جیب"، "وہ شعلہ جسے چھو نہ سکا"، "عورت اور عورت"، "دودھ میں مکھی"، "تکیے میں کانٹے"، "رذیل"، "سیاست"، تمغہ"، "رقیب"، "ہوسٹل کا ایک کمرہ"، "فاصلہ"، "سب کچھ اندھیرے میں" اور "اونٹ رے اونٹ" "چالیس کروڑ کا بھکاری" بھی اردو محل کے مالک مسلم ضیائی نے شائع کی۔

"چالیس کروڑ بھکاری" کے بارے میں محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

> "ابراہیم جلیس بہ مشکل اکیس سال کے تھے جب انھوں نے اپنا تعارف نامہ "چالیس کروڑ بھکاری" لکھا اور اس تحریر کے ساتھ ہی شہرت کی بلندیوں کو چھو لیا۔ "چالیس کروڑ بھکاری" سے پہلے بھی لکھ چکے تھے۔ یہ افسانے "زرد چہرے" میں شامل ہیں۔"(۲)

دور اول کے افسانوی مجموعوں میں "زمین جاگ رہی ہے" بھی شامل ہے۔ اس افسانوی مجموعے کو کتاب منزل لاہور نے ۱۹۴۸ء میں شائع کیا۔ اس مجموعے میں ابراہیم جلیس کی افسانہ نگاری کے بارے میں قاضی عبدالغفار کا ایک مضمون اور سترہ کہانیاں شامل ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

"چور"، "بلیک آؤٹ"، "تنخواہ کا دن"، "آنسو جو بہہ نہ سکے"، "رزاق اور عبدالرزاق"، "اشرف المخلوقات"، "صراط مستقیم"، "سگ لیلیٰ"، "دلدر"، "ریلیف فنڈ"، "زرد چہرے"، "توند"، "آنچل کے پرچم"، "درانتی اور ہتھوڑا"، "آدم خور"، "وہ زبیدہ اور ہم تینوں" اس مجموعے کی اکثر کہانیاں نئی ہیں۔ "وہ زبیدہ اور ہم تینوں"، "آدم خور"، "آنچل کے پرچم" ہیں۔

"کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں" دور اول کے افسانوی مجموعوں میں اشاعت کے اعتبار سے آخری افسانوی مجموعہ ہے جسے اردو محل حیدر آباد دکن نے نومبر ۱۹۴۶ء میں شائع کیا ہے۔ اس مجموعی میں "جھاگ"، "تم عورت نہیں ہو"، "عورت، رات، مرد"، "یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے"، "زبان کا زخم"، "لڑائی"، "مونچھوں کا بل"، "جو چپ رہے گی زبان"، "خنجر، فاقے"، "قانون کی دم"، "کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں شامل ہیں۔

ابراہیم جلیس کے دور اول ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۷ء کے افسانوی مجموعوں میں ترقی پسندانہ رجحانات اور میلانات کی نمائندگی واضح طور پر ہوئی ہے۔ جلیس کی تمام کہانیاں ہندوستان کی عوام کے گرد و پیش کی زندگی کے متعلق ہیں۔ یہ کہانیاں اپنے موضوعات کے اعتبار سے ہندوستان کی زندگی کی سچے مرقعے ہیں۔ جن میں اس عہد کی سیاست، معاشرت اور تہذیب و تمدن کے نقوش واضح نظر آتے ہیں۔ جلیس کی کہانیوں کا اہم موضوع عوام ہیں۔ ہندوستان کے عوام میں غربت، جہالت اور بیماریوں کی بھرمار ہے۔۔ لوگوں کے لیے زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی برائے نام ہیں۔ اس ملک کی آبادی چالیس کروڑ ہے۔ تاہم یہ سب لوگ "چالیس کروڑ بھکاری" جو اپنی ضروریات کے لیے سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام زندگی کے رہین منت ہیں۔ غیر ملکی آقاان کی زندگی کے مالک ہیں۔ جلیس کے عہد کا ہندوستان بہت سے مسائل کا شکار تھا۔ معیشت کو سرمایہ دار اور ساہوکار تباہ و برباد کر چکے تھے۔ ملک میں پے در پے قحطوں نے خلق خدا کا جینا حرام کر دیا۔ غیر ملکی آقاؤں نے عوام پر جو ان کی محکوم رعایا تھی ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ ابراہیم جلیس کی کہانیوں میں قحط سب سے بڑا موضوع ہے۔ ۱۹۴۳ء کے قحط بنگال نے ہندوستانی معاشرے کی چولیں ہلا ڈالیں۔ بنگال کے قحط میں چاول اور گندم ناپید تھی البتہ انسانی عزتیں سستی ہو گئی تھیں۔ بھوک کے مارے والدین نے اپنے بچوں کو فروخت کر ڈالا۔ باپ اپنی بیٹی کی عصمت فروشی پر مجبور ہو گیا۔ پیٹ کی بھوک نے جنسی بھوک کو جنم دیا۔ قحط بنگال میں جہاں عصمتیں اور عزتیں فروخت ہوئیں وہاں انسانی ایمان وایقان بھی فروخت ہوئے۔ مقامی آبادی نے دھڑا دھڑ اپنے بچوں کو عیسائی مشنریوں کے حوالے کر دیا۔ قحط بنگال پر جلیس نے "چور"، "ریلیف فنڈ" اور "دلدر" جیسے کامیاب افسانے لکھے۔

"چور" کی کہانی قحط بنگال کی نحوست کے سائے میں پروان چڑھتی ہے۔ اس سادہ بیانیہ کہانی میں چندر اور رانی یعنی ہیرو اور ہیروئن کے کردار بہت اہم ہیں۔ چندر اور رانی سہانے خواب تو دیکھتے ہیں لیکن یہ خواب دونوں کی آنکھ میں مر جاتے ہیں۔ کہانی کا آخری منظر اسی بے بسی اور کسمپرسی کا منظر نامہ ہے:

> "گاڑی بان نے جھک کر اس ہڈیوں کے ڈھنچر کی طرف دیکھا۔ چندر کی نظریں عورت کی آنکھوں کے دھنسے ہوئے گڑھوں میں ڈوبتی گئیں اور وہ بے اختیار ہو کر گھٹنوں کے بل اس پر گر پڑا۔ اپنی تھوتھنی گاڑتے ہوئے وہ گڑگڑانے لگا،
>
> میری رانی----میری دلہن-------میری جان۔"(۳)

"چور" کی طرح "ریلیف فنڈ" اور "دلدر" کی کہانیاں بھی قحط بنگال کے گرد گھومتی ہیں۔ قحط کا غم بھوک اور افلاس دور کرنے کے لیے باپ بیٹیوں کے لیے اسے مکالمے بولتے ہیں:

> "بیٹا---اگر تم سے کچھ ہو سکے تو ہماری مدد کرو------وہاں---خورشیداں------کمرے میں قمیض لیے تمھارا انتظار کر-----میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔"(۴)

قحط بنگال نے رشتوں کو نئی معنویت سے متعارف کروایا۔ اس قحط کے زمانے میں باپ اور بیٹی کا مقدس رشتہ بھی پیداواری رشتوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ باپ کو بیٹی کے مرنے کا غم نہیں بلکہ اسے اپنے ذریعہ آمدن کھونے کا دکھ تھا:

"جب تک اس کی نوجوان لڑکی زندہ تھی وہ اس کی عصمت بیچ بیچ کر اپنا پیٹ بھر رہا تھا لیکن جب وہ مر گئی تو اس کے بھیک مانگنے کی نوبت آ گئی" (۵)

قحط بنگال نے ہندوستانی سماج کے قدیم تہذیبی و تمدنی اور مشرقی تہذیب کی اقدار کی نفی کرتے ہوئے نئے پیداواری رشتوں کو جنم دیا۔ قحط کے ہاتھوں عوام الناس کی عصمتوں اور عزتوں کے سودے ہوئے۔ چاول اور گندم آب حیات کی طرح نایاب تھے جبکہ جنس ہر جگہ دستیاب تھی۔ ہندوستان کے لیے غیر ملکی آقاؤں نے غربت، بے روزگاری، ناخواندگی اور قحط کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کا آغاز کیا۔

ابراہیم جلیس کے نزدیک ہندوستان کے چالیس کروڑ باشندے بھکاریوں جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے وسائل پر ان کا اختیار نہیں ہے بلکہ یہاں کے وسائل سے انگریزی حکومت دولت کما کر برطانیہ منتقل کر رہی ہے۔ ہندوستان کا چپہ چپہ اپنے حکمرانوں کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ ہندوستان کی آبادی زیادہ ہے۔ تاج محل کی اس سرزمین پر غربت، تنگی اور تاریکی کے دردناک مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جلیس کی کہانیوں میں غیر ملکی آقاؤں کے استحصال کے خلاف بھرپور احتجاج کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر جب انگریزوں نے اپنا تسلط جما لیا تو یہاں سے خام مال اپنے کارخانوں میں لے گئے۔ ملکی دولت کے انبار ہندوستان سے باہر چلے گئے۔ ہندوستان کی مقامی صنعت و حرفت تباہ کر دی گئی اور عوام کو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا یہی وجہ ہے کہ اس دھرتی کے سارے باشندے بھکاری بنا دئے گئے۔

"تاج محل" کے سائے میں جھونپڑوں کی بھرمار ہے۔ غربت اور بے روزگاری کے موضوع پر جلیس نے "رقیب"، "زرد چہرے"، "زبان کا زخم"، "رذیل" اور "ہوسٹل کا کمرہ" جیسے شاندار افسانے تخلیق کیے۔ "چالیس کروڑ کا بھکاری" میں ہندوستانی سیاحت کے ارادے سے آئے ہوئے ہیں۔ فش اور ولف کے استحصال اور لوٹ کھسوٹ کی کہانی افسانے کا ایک کردار ماجد ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"ساری دنیا سمٹ کر تنگ اندھیرے پیچ دار گلیوں میں سہم کر چھپ گئی، گندگی کوڑا کرکٹ، عفونت، غلاظت سے بے تاب ہو کر ولف نے غصیلی آواز میں ماجد سے پوچھا ارے کہاں لے آئے ہو تم۔۔۔! ماجد نے بڑے افسانوی انداز میں جواب دیا۔ تاج محل کے پس منظر میں لے آیا ہوں۔" (۶)

ہندوستان کی عوام کے چہرے بھوک، افلاس، تنگی اور مفلسی کی وجہ سے "زرد چہروں" کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ "زرد چہرے" میں آصف کی بہن مدت سے شادی کے انتظار میں بیٹھی ہے لیکن جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اس کے بالوں میں چاندی اتر آئی ہے:

"آصف کی بہن جوان تھی اور پانچ سال سے اپنے دولہا کا انتظار کر رہی تھی۔ نہ جانے اس کا دولہا کون تھا؟ کیا تھا؟ کہاں کا رہنے والا تھا اور کب آنے والا تھا؟ آصف کو کچھ ایسا محسوس ہوتا کہ جب تک اس کی بہن کے رخساروں پر گیندے کے پیلے پھول کھلے ہیں اس کا دولہا نہیں آئے گا۔" (۷)

"ہوسٹل کا کمرہ" میں بھی بے روزگاری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ہندوستان کے تعلیمی اداروں میں طلبہ کو بے مقصد تعلیم دی جا رہی ہے۔ لارڈ میکالے کا نظام تعلیم کلرک ساز فیکٹری ہونے کے باوجود ابھی تک من و عن ہندوستان میں نافذ العمل ہے۔ ہندوستان میں بے روزگاری کی ایک بڑی وجہ تعلیم کی کمی ہے۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد آج بھی بے مقصد تعلیم سے وابستہ ہے۔ "ہوسٹل کا کمرہ" کا یہ مکالمہ ملاحظہ ہو:

"میں اکثر سوچتا ہوں کہ اس بوسیدہ چار دیواری سے جانے کتنے بڑے آدمی کتنے کلرک اور کتنے بے روزگار نکلے ہوں گے۔"(۸)

"رقیب" کا یور پین سپاہی اسی مجبوری اور بے روزگاری کا ایک رخ یوں پیش کرتا ہے:

"وہ اپنی بات منوانے پر مصر تھا، کہنے لگا پھر بھی۔۔۔۔۔ہندوستان میں عورت بہت سستی ہے۔ میں نے صرف ایک روپے میں دو بیگموں کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔"(۹)

جلیس نے ہندوستان کے سماج میں جہیز کی لعنت کو بھی موضوع بنایا ہے۔ بیٹیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بن بیاہی رہ جاتی ہیں لیکن انہی لڑکیوں کو لوگوں کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔ "زبان کا زخم" میں انوری ایسی ہی زخمی اور دکھی لڑکی ہے جسے جہیز نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے نے رد کر دیا ہے۔ ایسے کرداروں کا مقدر خالہ رفو کی بے جا تنقید اور جذباتی ہلاکت ہے:

"تیسرے دن انوری کی لاش شاہ مدار کے کنویں میں پائی گئی۔ پوسٹ مارٹم کے لئے نعش کو شہر بھیج دیا گیا۔ لاش کی چیڑ پھاڑ کے بعد موت کی وجہ غرقابی بتائی گئی۔"(۱۰)

بے روزگاری جلیس کی کہانیوں کا اہم موضوع ہے۔ جلیس کی عمر بھر سرکاری نوکری کی خواہش تشنہ تکمیل رہی۔ اس لیے ان کی کہانیوں اور تحریروں میں بی-اے کی ڈگری کا احساس ناقدری بھی نمایاں ہے۔ چونکہ جلیس خود علی گڑھ سے بی-اے پاس تھے لیکن عمر بھر انھیں سرکاری نوکری نہ ملی جس کی وجہ سے ذاتی زندگی میں مفلسی و تنگی کا شکار بھی رہے۔

"رذیل" کا جذباتی نوجوان اپنے خوابوں کے چکنا چور ہوتے ہی نصیبن کی لڑکی سے شادی کر کے زندگی کے ساتھ صحت مند سمجھوتہ کر لیتا ہے:

"اس زمین پر زندہ رہنا بہت آسان ہے۔ کالی، سرخ اور خالی قمیض کو صرف ململ کا ایک انگرکھا درکار ہے نہ سرمایہ داری کی ضرورت ہے نہ آریائی خون کی، نازیت کی اور نہ انگریزوں کا رنگ۔ میں آج ہی ماں کو خط لکھ دوں گا کہ مجھے نصیبن کی لڑکی سے بیاہ منظور ہے"(۱۱)

نصیبن کی لڑکی سے اس بے روزگار نوجوان کی شادی نظریہ ضرورت کی تکمیل ہے۔ ابراہیم جلیس کے دور اول کے افسانوں میں سامراجی استحصال کے موضوع پر درانتی ہتھوڑا، زرد چہرے، سرخ پھریرا، تنخواہ کا دن، سگ لیلیٰ، دودھ میں مکھی، تکیے میں کانٹے، سیاست، رقیب، زبان کا زخم، مونچھوں کا بل، اور جو چپ رہے گی زبان خنجر شاندار کہانیاں ہیں۔

"جو چپ رہے گی زبان خنجر" کا گوپالو ظلم کے خلاف بغاوت اور رد عمل کی علامت ہے۔ یہ افسانہ ہندوستان میں دیہاتیوں کے سیاسی اور سماجی شعور کے ارتقاء اور ترقی کی طرف مثبت اشارہ ہے۔ "سگ لیلیٰ" میں ایک غریب ہیڈ کلرک کی داستان حسرت ہے جو ترقی پانے کی حسرت میں اپنے گمشدہ بچے کی تلاش کرنے کی بجائے اپنے افسر کی بیٹی مس سارہ کا کتا تلاش کر رہا ہے۔ یہی حسرت ترقی اس غم زدہ باپ سے شفقت پدری کا جذبہ بھی چھین لیتی ہے۔

دودھ میں مکھی" میں بھی ہندوستانی سماج کی تصویر کشی کی گئی ہے اور ہندوستانی سماج سے پردہ ہٹایا گیا ہے۔ "دودھ میں مکھی" کے بارے میں کرشن چندر کی رائے بہت قدر و قیمت کی حامل ہے:

"ابراہیم جلیس کا افسانہ "دودھ میں مکھی" اس نکتے کی تشریح کرتا ہے کہ ہمارے سرمایہ پرست نظام زندگی میں بے حیائی کس طرح گھونگھٹ کاڑھے رہتی ہے۔ یہ لمبا گھونگھٹ صرف کھوکھلی اخلاقی اقدار ہی پر پڑا ہو نہیں ہے بلکہ اس

لمبے گھونگھٹ نے اس بوسیدہ سڑے گلے نظام کے ہر شعبے کو اپنے دل فریب دامن میں چھپا رکھا ہے۔ یہ لمبا گھونگھٹ جسے کاڑھ کر سرمایہ پرست، وطن پرست کہلاتے ہیں اور کسانوں کی کھیتیاں ہڑپ کر جانے والے، دیس کے محسن اور محنت کشوں پر گولیاں چلانے والے عوام کے سچے ہمدرد اور راہنما بن جاتے ہیں۔ ابراہیم جلیس کے اس افسانے میں اس موضوع کے صرف ایک پہلو کو لیا گیا ہے اور اسے واقعاتی طنز کی روش میں اجاگر کیا گیا ہے۔ ایک مرتے ہوئے طبقے اور سماج کے اندر کس طرح اس ماحول میں سچی جنسی رفاقت پیدا ہوتی ہے اور خاوند اور بیوی کے تعلقات کشیدہ ہوتے ہوئے بھی کس طرح شرافت کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ بسنتو کا گھونگھٹ اس کی ایک تفسیر ہے۔ یہ گھونگھٹ ایک ایسا برف خانہ ہے جس کے اندر متوسط طبقے کے بنیا سماج کے اخلاق کی لاش رکھی ہوئی ہے۔"(۱۲)

ابراہیم جلیس کا افسانوی متنوع موضوعاتی تجربوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے زندگی کے مسائل پر خوبصورت طنزیئے تحریر کیے ہیں۔ جلیس کے افسانوں میں جاگیردارانہ نظام کے جبر واستحصال کے خلاف بھی بھرپور احتجاجی تحریر و تحریک ملتی ہے۔ وہ اگرچہ حیدرآبادی تھے اور نظام حیدرآباد سے ان کی وفاداری، دیگر ریاستی باشندوں کی سی تھی ابراہیم جلیس نے "جھاگ" اور "آدم خور" جیسے انقلابی افسانے تحریر کیے جن میں بادشاہت اور آمریت اور سامراجی طرز حکومت کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے۔

"آدم خور" ایک انقلابی کہانی ہے جس میں قدیم طرز بادشاہت پر کڑی تنقید کی گئی ہے مگر حقیقت میں اس کہانی میں سامراجی حکومت کو لتاڑا گیا ہے۔ سامراجی حکومت عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے رنگ رلیوں میں مصروف ہے۔ جلیس کا یہ افسانہ اس بے حسی کے خلاف رد عمل ہے مگر جبر کے سسٹم کے خلاف جو بغاوت کرتا ہے وہ اسی نظام کے ہاتھوں ختم ہو جاتا ہے۔ "آدم خور" کا جمال محمد ایسے ہی انجام سے ہم کنار ہوتا ہے:

"جمال محمد کو اسی شام پھانسی دے دی گئی اس کے بعد سے رعایا پر بادشاہ کے غصہ کی ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ رعایا بادشاہ کے شیطان سے زیادہ ڈرنے لگی۔"(۱۳)

ابراہیم جلیس کے افسانے "جھاگ" کا موضوع سامراجی طرز حکومت کی آمریت اور وائسرائے کی شہر میں آمد ہے اور اس آمد کے نتیجے میں خلق خدا کو جس طرح دق کیا جاتا ہے۔ جلیس اسے سخت ناپسند کرتے ہیں۔ وائسرائے کی شہر میں آمد مخلوق خدا کے لئے عذاب بن گئی ہے چونکہ ان کی آمد پر سڑک کو صاف رکھنا ضروری ہے اور رسیوں سے سڑکوں پر رکاوٹیں بنائی گئی ہیں۔ عام لوگوں کا ایک جم غفیر اسی رسی کے بل پر کھڑا ہے تاکہ جب وائسرائے شہر سے گزر جائے تو تب لوگ اس سڑک پر گزریں۔ مظلوم ہندوستانی عوام آقا کے حکم کے آگے سرتابی نہیں کر سکتے۔ ہندوستانی عوام کی مظلومیت کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ ہندوستان میں جو بھی آیا۔ اس نے عوام الناس پر مظالم روا رکھے۔ انگریز سامراجی اس تاریخ کو دوہرا رہی ہے۔ ہندوستانی کی شاہ پرست رعایا ہمیشہ اپنے آقاؤں کی غلامی کرتی رہی ہے۔ کہانی کا ایک منظر اس غلامانہ ذہنیت کی نشاندہی کرتا ہے:

"سرکاری عہدہ داروں کی موٹریں اس موٹر کے پیچھے ابھی تک شاہراہ پر گزر رہی تھیں۔ اسکول کے نوعمر طالب علم نے اپنا ریاضی کا سوال حل کر لیا تھا اور جواب اپنے دوست کو بتا رہا تھا۔۔۔۔ یعنی اے وائسرائے آف ٹو آورس وائسرائے 6 آف تھری سیکنڈز۔۔۔۔۔ سمجھے۔"(۱۴)

جلیس نے اپنے افسانوں کے دور اول کے افسانوں عالمی جنگ کو بھی موضوع بنایا۔ جلیس کے افسانے "تمغہ" کا موضوع عالمی جنگ ہے۔ اس افسانے کا انجام ایک المیہ حقیقت ہے جو دراصل ہندوستان کے غریب اور سادہ لوح عوام کا مقدر رہے۔ ہندوستان کے غریب لوگ "تمغے" کے شوق میں فوج میں

بھرتی ہوتے تھے۔ سرکاری فوج میں بھرتی ہو کر اپنے غیر ملکی آقاؤں کے لئے بین الاقوامی محاذوں پر جان دینے والے ان جانبازوں کی بدولت انگریزوں نے عالمی جنگ جیت لی۔ انگریزوں کے حصے میں جیت آئی اور عوام کے حصے میں لاشوں کے ٹرک آئے۔ محاذ جنگ پر لڑنے والے سپاہی مجید کی والدہ کا انتظار ملاحظہ ہو:

"میرا مجید خان اپنے باپ کی طرح سینے پر چاندی سونے کے تمغے لگائے ہنستا، مسکراتا جہاز سے اترے گا۔ پچھلی لڑائی میں اس کا باپ کیسے بڑے بڑے سنہرے تمغے لگائے آیا تھا۔ میرا مجید خان---پروردگار تو اسے سلامت لائیو۔"(۱۵)

جلیس سماجی صورتحال کو اپنی کہانیوں میں جگہ دیتے ہیں۔ تاہم ان کہانیوں کے موضوعات رومانیت سے بھی خالی نہیں ہیں۔ جلیس کی کہانیوں میں "فاصلہ، سب کچھ اندھیرے میں، آنسو جو بہہ نہ سکے، زبیدہ اور ہم تینوں، بلیک آؤٹ، وہ شعلہ جسے میں چھو نہ سکا، عورت رات مرد، میں رومانیت اور عورت کی نفسیات موضوع بنائی گئی ہے۔ جلیس کے نزدیک عورت محبت کا مضبوط کردار ہے۔ "زبیدہ اور ہم تینوں" عورت کی طہارت فکر کی زندہ مثال ہے۔ "سب کچھ اندھیرے" میں تمام کرداروں کی خود کلامی ان کی نفسیات ہمارے سامنے لاتی ہے۔ یہ افسانہ "شعور کی رو" کی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔

جلیس کے دور اول ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۸ء کے افسانوی مجموعوں "زرد چہرے، چالیس کروڑ بھکاری، زمین جاگ رہی ہے اور کچھ غم دوراں" میں شامل کہانیوں کے موضوعات زندگی نامہ ہیں۔ جن میں زندگی کے عام اور اہم مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ جلیس کی موضوعاتی کائنات میں غربت، جہالت، احتجاج، بے روزگاری، جاگیردارانہ استحصال، سامراجی جبریت، قحط بنگال، عالمی کی تباہ کاریاں، سودی نظام کی لعنتیں، جہیز لعنت، فیوڈل سسٹم کی خرابیاں، گھر سے بھاگی ہوئی ناسمجھ لڑکیاں، رنگ و نسل کے امتیازات کی وتضادات، فن اور فنکاروں کا احساس ناقدری شامل ہیں۔

جلیس نے اپنے افسانوں میں اسلوب بیان کی کوئی جدید تکنیک استعمال نہیں کی۔ "سب کچھ اندھیرے میں" میں شعور کی رو تکنیک میں لکھا گیا جبکہ دیگر تمام کہانیوں میں سادہ بیانیہ تکنیک سے کام لیا گیا ہے۔ اکثر کہانیوں میں بیانیہ تکنیک میں صیغہ واحد متکلم سے کام لیا گیا ہے۔ اسلوب سادہ، صاف اور رواں ہے بعض افسانوں میں طوالت کے عنصر کے پیش نظر ان افسانوں کو ناولٹ بھی کہا جاسکتا ہے جس کی ایک مثال "چالیس کروڑ بھکاری" بھی ہے۔ ابراہیم جلیس کے بیشتر افسانے وحدت تاثر اور کہانی پن کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

## حوالہ جات


۱۔ نیاز فتح پوری۔ "زرد چہرے" مشمولہ، "نگار"، لکھنؤ، ۱۹۴۸ء۔ ص ۶۲

۲۔ محمد علی صدیقی۔ "ابراہیم جلیس" مشمولہ "طلوع افکار"، ماہنامہ، کراچی، جلد نمبر ۲۰ شمارہ ۱۳۔ ص ۲ ۳

۳۔ ابراہیم جلیس۔ "چور" مشمولہ "زرد چہرے" حیدرآباد دکن: اردو محل، ۱۹۴۵ء۔ ص ۴۸

۴۔ ابراہیم جلیس۔ "ریلیف فنڈ" مشمولہ "زرد چہرے"۔ ایضاً۔ ص ۴ ۱۱

۵۔ ابراہیم جلیس۔ "دلدر"، مشمولہ، "چالیس کروڑ کا بھکاری" حیدرآباد دکن: اردو محل، ۱۹۴۸ء۔ ص ۱۶۶

۶۔ ابراہیم جلیس۔ چالیس کروڑ بھکاری"۔ مشمولہ، "چالیس کروڑ کا بھکاری"۔ ص ۴۴

۷۔ ابراہیم جلیس۔ "زرد چہرے"۔ مشمولہ "زرد چہرے"۔ ص ۱۸۱

۸۔ابراہیم جلیس۔"ہوسٹل کا کمرہ"مشمولہ "چالیس کروڑ کا بھکاری"۔ص ۱۰۷

۹۔ابراہیم جلیس۔"رقیب"مشمولہ،"چالیس کروڑ کا بھکاری"۔ص ۱۶۱

۱۰۔ابراہیم جلیس۔"زبان زخم"مشمولہ،"کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں"۔حیدرآباد دکن ۱۹۴۶ء: اردو محل۔ص ۱۰۷

۱۱۔ابراہیم جلیس۔"رذیل"مشمولہ "چالیس کروڑ کا بھکاری"۔ص ۱۲۴

۱۲۔کرشن چندر،"موضوع سخن"مشمولہ سونیئر بسلسلہ رونمائی تصانیف ابراہیم جلیس (نگار)۔ص ۳۱

۱۳۔ابراہیم جلیس۔"آدم خور"مشمولہ "زمین جاگ ہے"لاہور: کتاب منزل،۱۹۴۸ء۔ص ۱۹۸

۱۴۔ابراہیم جلیس۔"جھاگ"مشمولہ "کچھ غم جاناں کچھ دوراں"۔ص ۲۰

۱۵۔ابراہیم جلیس۔"تمغہ"مشمولہ "چالیس کروڑ بھکاری"۔ص ۱۶۱